دینی مدارس کے امتیازات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

یہ تاریخ اسلام کی ایک آشکار حقیقت ہے کہ جب بھی دشمنانِ اسلام اور اعداء دین نے اسلامی تعلیمات کا چراغ گل کرنے اور رجال دین کی ہر طرح کی دینی سرگرمیوں پر قدغن لگانے کی ناپاک کوششیں کیں، اس چراغ کی ضیاپاشیوں اور ضوفشانیوں میں پہلے سے زیادہ بانکپن پیدا ہوا اور علماء و مشائخ دین کی سرگرمیوں اور ان کے جوشِ عمل میں مزید ترقی ہوئی۔ اسلام کی تابناک تاریخ میں ایسے کئی ادوار گزرے ہیں جس میں اپنے وقت کے مقتدر اعداء اسلام اور دین دشمن طبقے، علماء دین کے درپے آزار ہوئے، انہیں اذیت ناک صعوبتوں میں ڈال کر اور طرح طرح کی تکلیفیں دے کر دینی سرگرمیوں سے دست کش اور اسلامی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے اپنی خدمات سے دستبردار کرانے کی مذموم کاوشیں کی گئیں، لیکن ان پاکباز ہستیوں نے ہر ایسے دور میں دین کی سربلندی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات کی ترویج کے لئے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر قربانیاں دیں۔ انہوں نے اپنی لازوال خدمات اور قربانیوں کی لو سے دین کا چراغ، ظلم واستبداد اور وقت کے ہر مخالف ماحول میں روشن رکھا۔

برصغیر میں انگریزی استبداد کے دور میں بے پناہ صعوبتوں کے باوجود ہمارے اکابر نے دین کا چراغ روشن رکھ کر مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت اور دینی علوم کی ترویج کے لئے جس شان جرأت و استقلال کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں، وہ تاریخ کے اسی تسلسل کا ایک حصہ ہے۔ اس وقت کی استبدادی قوت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ علماء اور مسلمانوں کا اپنے دین ومذہب پر ایمان وایقان اور اس کے ساتھ مضبوط وابستگی تھی۔ اس کا تدارک کرنے کے لئے انگریزوں نے مختلف تدابیر اور حربے اختیار کئے۔ عام مسلمانوں اور بالخصوص ان کے مذہبی پیشواؤں پر ظلم وجبر کے پہاڑ توڑے گئے، انہیں قتل کیا گیا، پھانسیاں دی گئیں، پابند سلاسل کیا گیا۔ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ظلم وستم اور قتل وغارت کا متشددانہ طریقۂ واردات ناکام ثابت ہوا تو مسلمانوں کو سیاسی غلامی کے ساتھ ذہنی طور پر غلام بنانے کے

لئے ایک نصاب تعلیم مرتب کر کے، ہندوستان کے اسکولوں اور کالجوں میں رائج کیا گیا تا کہ مسلمانوں کی نئی پود فکر ونظر اور مسلک ومشرب کے اعتبار سے غیر شعوری طور پر انگریز کے ہم خیال بن جائے، الغرض مسلمانوں کو ذہن اور تربیت کے اعتبار سے فرنگی بنانے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کئے گئے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے اکابرین اور علماء کرام نے ہر محاذ پر ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

ایسے دین شکن اور کٹھن حالات میں اسلام اور دین سے وابستگی کو قائم وبرقرار رکھنے، دینی علوم اور دینی ذہنیت کی حفاظت کے لئے دار العلوم دیوبند کا قیام گھپ اندھیرے میں روشنی کا مینار ثابت ہوا۔ انگریزی تسلط کے بعد دینی علوم وفنون کی حفاظت اور مسلمانوں کو انگریزوں کی ذہنی غلامی کے شکنجے سے باہر نکالنے کی جدوجہد سب سے پہلے دار العلوم دیوبند نے کی۔

دار العلوم دیوبند میں مستحکم بنیادوں پر ایسا نصاف تعلیم وضع کیا گیا، جسے صحیح معنوں میں پڑھنے والا علم وفن کے تمام شعبوں پر پُر اعتماد تبحر کے ساتھ حاوی ہونے کی صلاحیت سے مالا مال ہو سکتا تھا۔ دار العلوم دیوبند کے بعد اسی نہج پر دوسری بڑی درس گاہ مظاہر علوم سہارنپور کا قیام عمل میں آیا۔ رفتہ رفتہ برصغیر کے طول وعرض میں دیوبند اور جامعات کا ایک کہکشاں بنتا گیا۔ ہمارے اکابر کی طرف سے دینی مدارس کے قیام کے اس مبارک اقدام کا مسلمان معاشرے میں والہانہ استقبال کیا گیا۔ اپنے دین کی حفاظت اور اسلامی علوم وفنون کی تحصیل کا جذبہ رکھنے والے اندرون اور بیرون ملک سے جوق در جوق ان مدارس میں داخل ہونے لگے۔ ان مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والوں نے اکناف عالم میں پھیل کر علوم قرآن وسنت کی جو خدمات انجام دیں، حدیث، تفسیر اور فقہ کے سلسلے میں امت مسلمہ کو اپنی تصنیفات وتالیفات کے ذریعے جو شاندار سرمایہ دیا، موجودہ صدی میں پورے عالم اسلام میں اس کی نظیر موجود نہیں۔

ہمارے اکابرین کی ان خدمات کے نتیجے میں قرآن وسنت کی حفاظت کا ایسا مضبوط اور مستحکم نظام تعلیم قائم ہو گیا کہ مسلسل سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود، انگریز اس نظام تعلیم کے خدوخال، اپنی منشا کے مطابق تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ ان دینی مدارس کا نصاب تعلیم وترتیب اپنی تمام تر خدوخال کے ساتھ موجود ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت موجود رہے گا، لیکن بڑی جگر کاوی کے بعد لارڈ میکالے کی دماغی کاوشوں کے نتیجے میں مسلمانوں کو اپنا ذہنی غلام بنانے کے لئے انگریزوں نے جو نصاب تعلیم وضع کیا تھا، وہ برصغیر کے اسکولوں، کالجوں اور عصری یونیورسٹیوں میں آج بھی اسلامیات اور دینیات کی معمولی پیوند کاری کے ساتھ رائج ہے۔ نتیجتاً وہاں سے تعلیم حاصل کرنے والے مذہب وعقیدہ کے لحاظ سے قابل رشک اور قابل تقلید باعمل مسلمان نہیں رہتے۔ انگریزی تعلیم وتربیت کے نتیجے میں ان کا طرز عمل غلامانہ ومحکومانہ ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔

ان عصری درسگاہوں کے مقابلے میں ہمارے دینی مدارس کئی خصوصیات وامتیازات کے حامل ہیں۔

(۱)......خلوص اور دردمندی کے شرر سے دلوں کی آگ، شعلہ بن کر ظاہر ہوتی ہے، دینی مدارس کے اساتذہ اور طلباء تقوی، للّٰہیت، اخلاص اور ایثار کے جن جذبات سے سرشار ہو کر اپنے مستقبل کی تعمیر میں مصروف عمل رہتے ہیں اور دنیاوی جھمیلوں سے اپنا دامن بچا کر جس شوق اور جذبہ کے ساتھ علم دین حاصل کرتے ہیں، وہ اس گئے گزرے دور میں ایسی صفات سے وابستگی کی بنا پر قابل فخر نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ الغرض اخلاص اور ایثار ان مدارس میں پڑھنے اور پڑھانے والوں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ دین دشمن اور سیکولر طبقہ، دینی مدارس سے وابستہ رہنے والوں پر غربت اور کسمپرسی کی پھبتیاں کستے ہوئے یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ دینی مدارس کی طرف زیادہ رجحان ان لوگوں کا ہوتا ہے، جو افلاس اور غربت کے سبب تعلیم کے اخراجات کا تحمل نہ کرسکنے کی وجہ سے اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے لائق نہیں رہتے۔ یہ سراسر جھوٹا الزام ہے، حقائق اور امر واقع کے بالکل برعکس ہے، کالج، اسکول اور یونیورسٹیوں کی طرح یہاں بھی غریب، امیر دونوں طرح کے طلبہ ہوتے ہیں، متمول اور ذی وجاہت خانوادوں سے تعلق رکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد یہاں بھی ہوتی ہے۔ وہ محض اخلاص اور دینی شوق و جذبہ کی بنیاد پر ان مدارس کی طرف رخ کرتے ہیں۔ دینی مدارس کے اساتذہ کو بقدر کفایت تنخواہ دی جاتی ہے۔ ان کی قابلیت و لیاقت اور علمی وجاہت سے متاثر ہو کر ملک اور بیرون ملک کی عصری درسگاہیں بھاری تنخواہوں اور پرکشش مراعات اور سہولیات کے ساتھ، کوئی معقول عہدہ قبول کرنے کے لئے انہیں ترغیبات دیتی ہیں، لیکن وہ اپنی موجودہ حالت پر قناعت کرتے اور اپنے موجودہ منصب کو ذریعہ نجات باور کرتے ہوئے ان کی پرکشش ترغیبات کو جس شانِ استغناء کے ساتھ رد کردیتے ہیں، یہ ان کے اخلاص اور ایثار کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

(۲)......دینی مدارس کے طلباء اور اساتذہ اپنے مقصد سے والہانہ شیفتگی رکھتے ہیں، وہ اپنے کام کی دھن میں مگن، دن رات طلب علم کی مشغولیتوں میں منہمک رہتے ہیں۔ اساتذہ اور طلباء دونوں کی دلچسپیاں پڑھنے اور پڑھانے تک محدود ہوتی ہیں۔ دینی مدارس کے علم پرور ماحول میں اپنی تعلیمی اور علمی سرگرمیوں سے عشق کی حد تک تعلق رکھنے والے ان اساتذہ و طلباء نے اپنے آپ کو اس علم کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں اور ساز و سامان کے باوجود ان کے لئے، اپنے اندر کوئی کشش نہیں رکھتی، اس لئے تعلیم و تعلم کے ساتھ ان کی بے پناہ وابستگی کی راہ میں پیسوں کی کھنک اور دنیا کی کشش کبھی حائل نہیں ہوسکی، اس کی بڑی وجہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اخلاص کا وہ جذبہ ہے جس نے ان کو دنیا کی آزمائشوں اور کشائش سے بے نیاز کردیا ہے۔

کالجوں، یونیورسٹیوں اور عصری درس گاہوں میں یہ صفات جوہر نایاب ہیں، یہاں کے ماحول میں اپنے علم و فن سے وہ وابستگی، وہ محنت و جد و جہد اور مخلصانہ ذوق شوق کے وہ مظاہر قطعاً نظر نہیں آتے، جو ہمارے دینی مدارس میں دن رات کے علمی و تعلیمی معمولات کا حصہ ہوتے ہیں، اس لئے کہ ان عصری اداروں میں پڑھنے اور پڑھانے والوں کا اصل مقصد

دنیاوی جاہ وحشمت اور حصولِ معاش ہوتا ہے، چنانچہ وہ اپنی تمام تر توجہات سند اور ڈگری کے حصول پر مرتکز رکھتے ہیں کہ اس کے ذریعے ملازمت اور معاش کے معقول مواقع ملنے کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں صرف امتحانات کے زمانے میں محنت اور جدوجہد کی وقتی طور پر کچھ سرگرمیاں نظر آتی ہیں جو امتحانات کے اختتام کے ساتھ ہی ماند پڑ جاتی ہیں۔

(۳)......دینی مدارس کے استاذ اور شاگرد ایک دوسرے کے لئے عظمت و احترام اور محبت و یگانگت کے مہین جذبات سے سرشار ہوتے ہیں۔ اساتذہ اپنے شاگردوں کے ساتھ پدرانہ شفقت سے پیش آتے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت پر دن رات اپنی توجہات مرکوز کئے رکھتے ہیں۔ طلباء اپنے اساتذہ کے سامنے جس قدر تواضع اور ادب و احترام کے ساتھ زانوئے تلمذ تہہ کرتے اور ان کی فرمانبرداری و تابعداری کے لئے جس طرح ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے در و دیوار کو ایسے بے لوث جذبات کی جھلکیاں دیکھنا نصیب نہیں ہوئی ہوں گی۔ یہ دینی مدارس کی عظیم خصوصیت ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء اپنے اساتذہ کے ساتھ جس ہتک آمیز سلوک سے پیش آتے ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ وہ اپنے اساتذہ پر ہاتھ اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ وہاں احتجاجی جلسے جلوس اور اسٹرائیکیں ہوتی ہیں۔ کبھی حالات اس قدر ناگفتہ بہ بن جاتے ہیں کہ فوج اور رینجرز تک کو مداخلت کرنی پڑتی ہے۔ ہمارے دینی مدارس میں الحمدللہ اس طرح کے افسوس ناک واقعات کبھی پیش نہیں آتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں اساتذہ اور طلباء کے درمیان محبت اور شفقت کا بے لوث رشتہ استوار ہے۔

(۴)......دین کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کو عقیدہ اور نظریہ کے لحاظ سے کمزور اور گمراہ کرنے کے لئے انفرادی یا اجتماعی سطح پر جس قدر فتنے اٹھے، ان کی سرکوبی کے لئے دینی مدارس کے علماء ہی سب سے پہلے میدان میں اترے۔ ہر زمانہ میں ہر باطل فتنہ کے سامنے سینہ سپر ہو کر، ان مدارس نے ڈٹ کر ایسا جرات مندانہ اور مجاہدانہ مقابلہ کیا کہ انہیں دیواروں سے لگا دیا۔ ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے نکلنے والوں میں کبھی کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تربیت یافتہ شامل نہیں ہوتے الا ماشاءاللہ، دین کی حفاظت اور باطل سے مبارزت اور لادینیت کے علمبرداروں کو شکست دینے کا فریضہ ہمیشہ ان ہی علماء نے سرانجام دیا۔

(۵)......برصغیرِ ہند کو انگریز کے استبدادی قبضہ سے آزاد کرانے اور مسلمانوں کی گردن سے غلامی اور محکومی کا طوق اتارنے کے لئے سب سے پہلی صدا علماء دیوبند نے بلند کی۔ آزادی اور حریت کے حصول کے لئے ان علماء ربانیین نے جو قربانیاں دیں، وہ ہماری تاریخ حریت کا ایک نمایاں عنوان ہے۔ شاملی کا میدان آج تک اس دور کی قربانیوں کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جس میں سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی رحمہم اللہ تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو کر انگریز کے خلاف آمدۂ جنگ و پیکار ہوئے۔ گھمسان کا رن پڑا، کئی علماء بے جگری سے لڑ کر خلعتِ

شہادت سے سرفراز ہوئے۔ دوسری طرف علماء صادق پور نے پٹنہ اور صوبہ بہار کے اندر انگریز کے خلاف مسلح جدوجہد کی ولولہ انگریز داستانیں رقم کیں۔ الغرض آزادی کی جنگ میں ان علماء نے بے شمار قربانیاں دیں، قتل کیے گئے، پھانسی گھاٹ پر چڑھائے گئے، پابند سلاسل کر دیئے گئے اور کالے پانی کی قید کی سزائیں بھگتیں۔ دارالعلوم دیوبند کے شیوخ حدیث، شیخ الہند مولانا محمود حسن، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد، مولانا عزیز گل، مولانا عبدالوحید اور حکیم نصرت حسین طویل عرصہ تک مالٹا کی جیل میں قید و بند کی اذیت ناک تکلیفوں میں مبتلا کیے گئے۔ بہت سے علماء کو خنزیر کی کھال میں لپیٹ کر زندہ درگور کر دیا گیا۔ دین کی حفاظت اور مملکت کی حریت کے لئے یہ ساری قربانیاں انہیں علماء دیوبند نے دیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ ان کے جانشین اور حقیقی وارثین اب بھی ایسے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے اپنی ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں اور ان شاء اللہ تیار رہیں گے۔

اللہ جل شانہ دین کے محافظ ان مدارس کی حفاظت فرمائے، ان کو فتنوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے اور ان کے منتظمین اور معاونین کو خلوص و استقامت کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

طلبہ، عوام وخواص کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی نصیحتیں

(۱) میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو سکھانا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتنِ دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آجکل بے حد کثرت ہے اس میں ہرگز غفلت و کوتاہی نہ کریں۔ (۲) طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں، اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت و نظر عنایت پر، اس کا التزام، نہایت اہتمام سے رکھیں۔ (۳) دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

(۱) شہوت وغضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔ (۲) تعجیل نہایت بری چیز ہے (۳) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔

(۴) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔ (۵) کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرتِ اختلاطِ خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جبکہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جائے پھر خصوصاً جبکہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنا لیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔ (۶) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ (۷) سخت مزاجی وتندخوئی کی عادت نہ کریں، رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنا دیں۔ (۸) زیادہ تکلف سے بچیں۔ اقوال وافعال میں بھی طعام ولباس میں بھی۔ (۹) مقتدا کو چاہئے کہ امرا سے بدخلقی نہ کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کیلئے۔

(از اشرف السوانح جلد سوم ص 114)